اسٹیو جابز : زندگی کی کہانی (حصہ اول)

جون کے مہینے کی چمکتی دھوپ اور طلبا ئکے چہروں پر خوشگوار مسکراہٹیں اپنی جگہ لیکن ایک شخص کی موجودگی نے ماحول کو چار چاند لگا دیئے۔ یہ 12 جون 2005 کا دن تھا جب اسٹین فورڈ یونیورسٹی کے طلبائسروں پر کانوکیشن کیپس اور جسم پر کالی عبائیں پہنے عملی زندگی میں قدم رکھ رہے تھے، کالج کے سالانہ کانووکیشن کے موقع پر ملک بھر سے نامور شخصیات کو مدعو کیا گیا تھا جو باری باری ڈائس پر آ کر طلبائکو اپنے تجربات سے آگاہ کر رہے تھے، کانووکیشن کے تمام معاملات بخیر خوبی انجام پا رہے تھے کہ اچانک اسٹیج سیکریٹری کی گرجدار آواز نے سامعین کو اپنی طرف متوجہ کیا۔۔ دوستوں انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں، اب میں جس شخصیت کو دعوت خطاب دینے جا رہا ہوں وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ نے اپنی بھرپور محنت، لگن اور جدوجہد سے ایک ایسی مشین ایجاد کی جس نے پوری دنیا میں انقلاب بپا کر دیا، اس مشین کی بدولت فاصلے سمٹ گئے، دوریاں قربتوں میں بدل گئیں، علم کے دروازے کھل گئے اور جو کام کل تک ہمارے لئے خام خیال تھا آج حقیقت بن کر ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ آپ کی بھرپور تالیوں میں دعوت خطاب دوں گا ایپل کمپنی کے بانی اسٹیو جابز کو کہ وہ آئیں اور اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

تالیوں کی گونج میں پختہ عمر کا یہ شخص جب ڈائس پر آیا تو نہ صرف طلبا بلکہ اساتذہ بھی اس کے استقبال کیلئے کھڑے ہوئے گئے اور فضا کافی دیر تک تالیوں کی گونج سنائی دی۔

آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے آج اس پر مسرت موقع پر مدعو کیا، پر مسرت لہجے میں جابز نے اپنی تقریر شروع کی، یہ میرے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ میں آج ایک ایسے وقت میں آپ کے ساتھ ہوں جب آپ دنیا کی بہترین یونی ورسٹی سے فراغت کے بعد عملی زندگی میں قدم رکھ رہے ہیں۔، میرے لئے یہ لمحہ اس لئے بھی لائق فخر ہے کیونکہ میں نے کبھی کسی کالج سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ سچ پوچھیں تو کالج گریجویٹس کے ساتھ جتنی قربت مجھے آج مل رہی ہے اتنی شاید پہلے کبھی نہیں ملی۔ اس قربت کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے میں آج آپ کو اپنی زندگی کی تین دلچسپ کہانیاں سناتا ہوں جو یقیناً آپ سب کیلئے سبق اور عملی زندگی میں کام آئیں گی۔

میر پہلی کہانی معلومات اکٹھا کرنے یا عملی تجربات سے متعلق ہے

میں جب 17 سال کی عمر کو پہنچا تو میں نے بھی آپ کی طرح خوبصورت سپنے سجا کر کالج کی دہلیز پر قدم رکھا لیکن شاید قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا، ابتدائی 6 مہینوں بعد میں نے کالج کو الوداع کہہ دیا اور بقیہ 18 مہینے کالج کے اردگرد منڈلاتا رہا۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ میں نے کالج کیوں چھوڑا؟۔ یہ جاننے کیلئے آپ کو تھوڑا سا پیچھے جانا ہوگا۔ میری والدہ کالج کی ایک کم عمر

طالبہ تھیں اور اُن کیلئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ میری کفالت بھی کرتی لہٰذا میری ولادت سے قبل ہی اُنہوں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ وہ مجھے کفالت کیلئے کسی کے سپرد کردیں گی۔ اُن کی شدید خواہش تھی کہ میری پرورش کوئی ایسا جوڑا کرے جو کم از کم کالج گریجویٹ ہو۔ اس سلسلے میں ایک وکیل اور اُس کی بیوی سے بات ہوئی تو انہوں نے حامی بھرلی، یہاں تک کہ تمام قانونی تقاضے بھی پورے ہوگئے لیکن جب میری ولادت ہوئی تو انہوں نے یہ کہہ کر معذرت کرلی کہ ہمیں تو بیٹی چاہیئے۔ خیر میری والدہ نے ایک اور جوڑے سے رابطہ کیا جنہوں نے میری پرورش کی حامی بھری لیکن معاملہ جب آخری دستاویزات پر دستخط کا آیا تو پتہ چلا کہ وہ دونوں تعلیم یافتہ نہیں۔ میری والدہ نے دستخط سے انکار کردیا لیکن کچھ ماہ بعد اس شرط پر راضی ہوئیں کہ میرے رضائی والدین ہر حال میں مجھے تعلیم دلائیں گے۔

لہٰذا 17 برس کی عمر میں مجھے کالج جانا تھا اور میں نے ایک ایسے کالج کا انتخاب کیا جو سٹین فورڈ کی طرح مہنگا تھا، جس پر میرے والدین، جو کہ متوسط طبقے سے تعلق رکھتے تھے، کی تمام جمع پونجی خرچ ہوگئی۔ تعلیمی سلسلہ شروع ہوا اور میں باقاعدگی سے کلاسیں لینے لگا لیکن مجھے مزا نہیں آرہا تھا، مجھے سمجھ ہی نہیں آرہی تھی کہ یہ ڈگری میرے کس کام کی ہے اور جو کچھ میں سوچتا ہوں کیا یہ اُس کے حصول میں میری کچھ مدد کرپائے گی؟۔ مجھے اپنے سوالوں کا جواب ہر مرتبہ نفی میں ملتا۔ میں ایک ایسے منجدھار میں پھنس چکا تھا جہاں سے نکلتا تو مصیبت، نہ نکلتا تو مصیبت۔ کالج چھوڑتا تو والدین کی عمر بھر کی کمائی جاتی، نہ چھوڑتا تو دم گھٹتا۔ بالآخر 6 ماہ تذبذب کے بعد بالاخر میں اس نتیجے پر پہنچا کے کالج کو خیرباد کہہ دیا جائے۔ اُس وقت شاید یہ میری زندگی کا سب سے احمقانہ فیصلہ ہو لیکن آج جب میں پیچھے مڑکر دیکھتا ہوں تو یہ میری زندگی کے بہترین فیصلوں میں سے ایک تھا۔ کیوں کہ جب میں نے یہ فیصلہ کیا اُس وقت میرے پاس یہ آپشن موجود تھا کہ میں ان بورکلاسوں سے چھٹکارا حاصل کرکے وہ کام کروں جو میرے مزاج سے مطابقت رکھتا ہو اور جس کے کرنے میں مجھے مزا آئے۔ لہٰذا کالج چھوڑنے کے بعد میری زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا، لوگوں کو تو میں احمق نظر آتا لیکن آج جب میں وہ دور یاد کرتا ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ کتنا سنہرا دور تھا۔ جو پاجو پیسے بچ گئے تھے میں وہ انتہائی احتیاط سے خرچ کرنے لگا، میرے پاس ہاسٹل میں کوئی کمرہ نہیں تھا لہٰذا میں اپنے ایک دوست کے کمرے میں فرش پر سوجاتا۔ کوکا کولا کی کچھ بوتلیں تھیں جو میں نے ایک دکاندار کو واپس دے کر اُس کے بدلے کھانے پینے کی اشیائے خریدی، میں ہر اتوار کو اچھا کھانا کھانے کیلئے 7 میل کا فاصلہ طے کرکے ہری کرشنا مندر جاتا۔ مجھے یہ سب بہت اچھا لگتا تھا۔

میں نے کبھی اس چیز کی پروانہیں کی کہ کون کیا کہتا ہے، میں صرف وہی کرتا جو میرا دل چاہتا۔ اپنے جنون کی خاطر میں نے کئی ایسے کام کئے جس کا نتیجہ بعد میں صفر نکلا لیکن پھر بھی میں نے کرنا وہی تھا جو میرا دل چاہتا۔ مثلاً ریڈ کالج (Reed College) نے اُن دنوں ملک بھر میں کیلیگرافی کی تربیت کا اہتمام کیا۔ پورے کیمپس کا کونہ کونہ ہاتھ سے بنی خوبصورت پینٹنگز سے سجایا گیا۔ میں چونکہ فارغ تھا لہٰذا میں نے سوچا کہ کیوں نہ یہی سیکھا جائے۔ میں نے حروف تہجی کی مختلف اقسام میں مہارت حاصل کرنا شروع کی، فراغت کے باعث میرے ذہن میں نت نئے آئیڈیاز جنم لیتے اور میں اُنہیں کاغذ یا پلے کارڈز پر اُتارتا جاتا، دھیرے دھیرے میں نے محسوس کیا کہ میرے فن میں مہارت آرہی ہے اور یہ کسی بھی طور پر وفیشنل آرٹ سے کم نہیں، یہاں تک کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ میرا دعویٰ تھا کہ میرے ہاتھ سے کی گئی خطاطی سائنس کے بس کی با ت نہیں۔ لیکن یہ سب کچھ اُس وقت تک تھا جب تک میں کالج میں رہا، جس دن کالج چھوڑا خطاطی بھی چھوٹ گئی۔

دوستوں یہ پوری کہانی سنانے کا مقصد یہ تھا، زندگی میں تجربات، خواہ وہ اچھے ہوں یا برے، بڑی اہمیت رکھتے ہیں، میں نے کالج کے زمانے میں جو کچھ سیکھا، ممکن ہے وہ اُس وقت میرے لئے احمقانہ اور فضول ہو لیکن 10 سال بعد جب ہم نے پہلا macintosh کمپیوٹر ڈیزائن کیا تو یہ سب میرے کام آ گیا۔ ہم نے اس کمپیوٹر میں نہ صرف حروف تہجی کے خوبصورت نمونے شامل کئے بلکہ خطاطی کے نت نئے انداز بھی متعارف کروائے اور یہی اس کمپیوٹر کی اہم خصوصیت تھی جس کی بدولت یہ آتے ہی مارکیٹ میں چھا گیا۔ اب آپ سوچئے کہ اگر میں کالج نہ چھوڑتا تو نہ ہی میں خطاطی کی کلاسیں لیتا اور نہ ہی اس مقام پر پہنچ سکتا تھا۔ یہ کہانی یہ بھی بتاتی ہے کہ ہمارا مستقبل ہمارے ماضی کے کسی نہ کسی نقطے سے ضرور جڑا ہوتا ہے، ہمیں بس اپنے ماضی میں جھانک کر اُن نقطوں کو پہنچاننا ہے اور اُن دونوں کو آپس میں جوڑنا ہے۔ آپ سوچئے کہ اگر یہ کمپیوٹر میں کالج کے دنوں میں بناتا تو شاید میرے لئے ممکن نہ تھا کیونکہ میں ایک کورے کاغذ کی طرح تھا لیکن 10 برس بعد بے شمار چیزیں میرے عملی تجربات کے باعث آسان ہوگئیں۔ یہی میری کامیابی کا پہلا ٹوٹکا ہے۔ لہٰذا فارغ رہنے کے بجائے سیکھئے اور بس سیکھتے رہیے۔

میری زندگی کی دوسری کہانی محبت اور نقصان پر مشتمل ہے

میں بہت خوش قسمت تھا کہ مجھے اپنی ابتدائی زندگی میں ہی ہر وہ چیز مل گئی جس کی مجھے چاہت ہوئی۔ میں جب 20 برس کا تھا تو میرے ساتھی ووز نائیک اور میں نے مل کر اپنے والدین کے گیراج میں ایپل بنانا شروع کیا۔ ہماری دن رات کی انتھک محنت کے سبب 10 برسوں میں یہ گیراج 2 ارب ڈالر مالیت کے ساتھ 4 ہزار ملازمین کی کمپنی میں تبدیل ہوگیا۔ اُس وقت میری عمر 30 برس تھی اور ہم نے مارکیٹ میں صرف macentosh کمپیوٹر ہی متعارف کیا تھا۔ یہاں پہنچ کر میری زندگی نے مجھ

سے ایک ایسا امتحان لیا جس کی تیاری کا میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ مجھے ملازمت سے برخواست کر دیا گیا۔ آپ حیران ہوں گے کہ جس کمپنی بانی میں خود ہوں وہاں سے مجھے کیسے نکالا جا سکتا ہے؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایپل اپنے ابتدائی مراحل میں تھا تو ہم نے ایک شخص کو ملازمت پر رکھا جس کے بارے میں ہمارا خیال تھا کہ یہ ہمارے ساتھ مل کر بہت اچھے طریقے سے کمپنی چلائے گا۔ ایک سال یا کچھ عرصہ معاملات اچھے چلتے رہے لیکن پھر اچانک کمپنی کو دھچکا لگا اور ہم نیچے آنا شروع ہو گئے۔ فوری طور پر بورڈ آف ڈائیریکٹرز کی میٹنگ بلائی گئی اور اُنہوں نے سارا الزام میرے سر تھونپ دیا۔ اُن کا کہنا تھا کہ اگر وہ میری دی ہوئی رائے پر عمل نہ کرتے تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتے۔ مجھے ملازمت سے نکال دیا گیا اور نہ صرف نکالا گیا بلکہ سب کے سامنے نکالا گیا۔ میری عمر اُس وقت 30 برس تھی اور اپنی پوری جوانی جس چیز پر میں نے صرف کی تھی اُس کا یوں ہاتھ سے نکل جانا یقیناً میرے لئے کسی صدمے سے کم نہ تھا۔ کچھ مہینے تو سمجھ ہی نہیں آئی کہ آخر میں کروں تو کیا کروں۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے میرے اندر کی تخلیقی صلاحیتیں ماند پڑ چکی ہیں۔ (بقیہ اگلے آرٹیکل میں)